JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 17, Issue: 01, Jul – Dec 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

محمد عبدہ کا تفسیری منہج اور اس کے اثرات

Analyzing Muhammad 'Abdah's Approach to Tafsir and Its Impacts

Hafiza Raheela Butt
Lecturer, Department of Islamic studies,
The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

Dr. Muhammad Akram Choudhary
Former Vice Chancellor, Professor Emeritus,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

ABSTRACT

The article aims at analyzing critically the sources of Shiekh Muhammad Abduhu referred to while writing his tafsir of the Holy Qur'an. Sheikh Abduhu, as a modernist of the twentieth century, challenged the orthodox interpreters of the Holy Qur'an. In this short study we have tried to analyze the impact of his views on the Tafsir Studies particularly on those who followed him. Under the influence of the West, Sheikh adopted the rational and scientific approach toward the Qur'an. Through this study, the researchers will understand that Shiekh Muhammad Abduhu had rejected all the standard principles set by orthodox and established schools of thought pertaining to Tafsir literature and had given preference to his personal ideas. Inspired by his ideas in the post-modern times, many scholars are following him and have pursued his mission.

Keywords: *Socity, Quran and Sunna, Abduhu, Tafsir, particularly*

تمہید

محمد عبدہ (1905م) کا شمار ان اولین شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے جامعہ ازھر میں تجدیدیت کو فروغ دیا اور تقلید سے آزادی کی دعوت دی۔ متقدمین کی اندھی تقلید نہ کرتے ہوئے اپنے ہم عصر مصلحین کے برعکس حریت فکر و نظر کا بیڑا اٹھایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر اہل علم ان سے ناراض ہوگئے دوسری جانب احباب و تلامذہ ان کی حمایت میں آگے بڑھے۔ محمد عبدہ نے کئی کتابیں لکھیں جن میں مشہور" **تفسیر المنار** "ہے جسے ان کے شاگرد علامہ رشید رضا (1935م) نے مصر سے شائع کیا۔ دور حاضر میں قرآن مجید کی عقلی انداز میں تفسیر کرنے کے لیے محمد عبدہ نے اپنے شاگرد رشید رضا کے ساتھ مل کر ایک

CC BY

مدرسے کی بنیاد رکھی۔ محمد عبدہ کے تفسیری دروس کا خلاصہ رشید رضا تیار کرتے اور استاد کی نظر ثانی کے بعد مجلہ منار میں شائع کر دیتے۔ محمد عبدہ کی وفات کے بعد رشید رضا نے اس تفسیری کام کو آگے بڑھایا مگر انھیں اتنا موقع نہ ملا کہ وہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا پاتے۔ ابھی چودہ پاروں کی تفسیر ہی مکمل کر پائے تھے کہ رحلت فرما گئے۔

یہ تفسیر " **تفسير القرآن الحكيم** " کے نام سے بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور تفسیر المنار کے نام سے معروف و مقبول ہے۔ 1903 میں محمد عبدہ نے علماء کے سامنے سورہ العصر کی طویل تفسیر بیان کی اسے بھی مجلہ المنار میں شائع کیا گیا۔ 1321ھ میں انہوں نے تفسیر پارہ عم تحریر کیا تفسیر پارہ عم لکھنے کی غرض و محرک کے بارے میں ابتدائیے میں بیان کیا ہے کہ احباب نے پارہ**عم يتسآء لون** اورپارہ **تبارك الذى** کی تفسیر لکھنے کی خواہش کی تا کہ قرآن کی تعلیم میں مشغول طلباء اور اساتذہ فہم و تدبر قرآن کے لیے اس جانب رجوع کریں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان آخری دو پاروں میں مذکور توحید کے دلائل اور عبرت و موعظت کی آیات 'عقائد کی تہذیب اور اعمال و اخلاق کی اصلاح کے لیے انتہائی پر اثر ہیں۔[1]

سابقہ کام کا جائزہ

محمد عبدہ اور ان کی تفسیر المنار پر اندرون وبیرون ممالک کے کئی علماء و محققین نے تحقیقی کام کیا ہے۔

* ان کے تفسیری احکام کے حوالے سے محمد صادق نے اپنا مقالہ "مفتی محمد عبدہ کے تفسیری افکار: تفسیر المنار کی روشنی میں لکھا۔
* دوسرا مقالہ "مفتی محمد عبدہ مصری کے تجدیدی فکر کا تجزیاتی مطالعہ حافظ عقیل احمد نے لکھا۔
* قصص نبی اسرائیل: سر سید احمد خان، مفتی محمد عبدہ اور سید رشید رضا کی فکر کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ پر نجی اللہ نے لکھا۔
* مصر میں جدید تفسیری رجحانات تفسیر مفتی محمد عبدہ کا اختصاصی مطالعہ " عائشہ جبین نے لکھا۔

اس مقالے کو لکھنے کا مقصد محمد عبدہ اور ان کی تفسیر پر جامع مگر مختصر صورت میں ٹھوس معلومات بہم پہچانا ہے۔

تفسیر قرآن میں تجددپسندانہ رجحانات اومدرسہ منار

یہ اولین مدرسہ ہے جس نے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں کے شروع میں تفسیر قرآن میں تجددپسندی کے نئے رجحان کو ہوا دی۔ اس مدرسہ کے سرخیل محمد عبدہ نے دو مختلف جہتوں یعنی اسلامی اور مغربی کو تفسیر کے اس رجحان میں اکٹھا کیا جس کی وجہ سے معاصر دینی علماء نے محمد عبدہ پر دین سے انحراف کا الزام لگایا۔ انھوں نے تفسیر قرآن میں یہ منہج اختیار کیا کہ قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی جائے جو موجودہ تقاضوں کے مطابق ہو' معاشرے میں بہتری لانے کا سبب بن سکے اور اس کی وجہ سے دین کو بدعات و خرافات سے پاک کیا جائے۔ نئے رجحان کے مطابق اس طرز کی تفسیر کرنے کے لیے انہوں نے متقدمین کے طریقہ

تفسیر کی مخالفت کی۔ ان کا ایمان تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی کتاب ہے جو ایسی تعلیمات پر مشتمل ہے جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی موجود ہے اور یہی قرآن مجید کا حقیقی مقصد ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید سے متعلقہ جتنی بھی بحثیں ہیں وہ اسی کے تحت ہیں۔[2]

اس مدرسے نے جو منہج اور افکار و نظریات پیش کیے ان میں سے چند یہ ہیں:

1. مفسر اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ قرآن کے مقاصد کو واضح کر سکے جیسا کہ ہدایت اور عقیدے کی درستی وغیرہ۔
2. قرآن مجید عقائد و نظریات کے تابع نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے عقائد و نظریات کا استنباط کیا جائے گا۔
3. قرآن مجید میں کوئی بھی کلمہ اضافی یا زائد نہیں ہے۔
4. قرآن مجید میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان کی حیثیت فقط تاریخی نہیں بلکہ وہ واقعات نصیحت کے لیے ہیں اور مختلف معاشروں کے احوال کا بیان ہیں۔
5. قرآنی لغت نیز ان معانی کی واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرنا جو نزول قرآن کے وقت رائج تھے۔
6. ایسے تمام معانی و مفاہیم سے اعراض کرنا جو وقت نزول کے بعد ان الفاظ کو مفسرین کی طرف سے پہنائے گئے۔[3]

عمومی طور پر قرآنیات میں اس مدرسے کے امت اسلامیہ پر ایجابی اثرات مرتب ہوئے۔ اس مدرسے کے شرف کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اس نے تفسیر قرآن میں نئی نئی ابحاث اور رجحانات کو متعارف کروایا۔

محمد عبدہ کا منہج تفسیر

اس نامکمل تفسیر کی وجہ شہرت اس کا منفرد منہج تفسیر ہے۔ محمد عبدہ اور ان کے شاگرد رشید رضا نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایک خاص طرز انداز کو اپنایا اور اسی شاہراہ پر گامزن رہ کر سابق مفسرین کی مخالفت کی۔ ان کے تفسیری منہج کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک ایسی زندہ و جاوید کتاب ہے جو لوگوں کی رشد و ہدایت اور اخروی فلاح و بہبود کے لیے نازل ہوئی ہے۔ محمد عبدہ کے نزدیک نزول قرآن کا اساسی و بنیادی مقصد یہی ہے دیگر سب ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے صرف وسیلہ وذریعہ ہیں۔ محمد عبدہ نے تفسیر قرآن کا یہ اساسی ضابطہ طے کر کے ان مفسرین کو ہدف تنقید بنایا جنھوں نے نزول قرآن کی اس غایت اولی کو ترک کر کے اس کے دیگر پہلوؤں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اپنی تمام تر صلاحتیں اس کے لیے وقف کردیں مثلاً نحوی، بلاغی اور فقہی فروعات میں الجھ گئے۔ محمد عبدہ کے نزدیک یہ وہ امور ہیں جن کی باریکیوں میں الجھ کر قرآن کا

مقصد نزول فوت ہو جاتا ہے۔ ان کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن مجید ہی وہ میزان ہے جس پر رکھ کر کسی عقیدے کی قدر وقیمت پہچانی جاسکتی ہے اس لیے قرآن کریم ہی ایسا مصدر وماخذ ہے کہ جس میں عقائد وافکار کا اخذ واستنباط کیا جانا چاہیے۔

موصوف ان مفسرین کی تردید کرتے ہیں جو مخصوص عقائد وافکار کی عینک سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قرآنی مضامین کو اپنے عقائد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ قرآن کریم کو اصل اساس قرار دے کر مسلکی افکار کو ان پر محمول کیا جائے۔ یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ مذاہب ومسالک کو اصل قرار دے کر اپنے مسلکی افکار کو ان پر محمول کیا جائے اور پھر قرآنی مندرجات کو توڑ مڑور کر ان سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جائے یہ گمراہ کن لوگوں کا طریقہ ہے۔[4]

اس بات میں شبہ نہیں کہ موصوف کسی مفسر کے مقلد نہ تھے اور نہ ہی کسی کے اقوال کو چنداں اہمیت دیتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق کرتے تھے۔ اس لیے قرآنی آیات کی تفسیر علوم جدیدہ کی روشنی میں کرتے تھے۔ ان کا مقصد عظیم تھا مگر ایسا کرتے وقت بعض اوقات وہ عربوں کے ہاں رائج معانی وشرح سے دور نکل جاتے جس طرح سورۃ الفیل کی تفسیر کرتے ہوئے خود اپنے وضع کردہ اصول تفسیر سے تجاوز کرتے نظر آتے ہیں:

> "بعض روایات میں آیا ہے کہ اصحاب الفیل چیچک کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس سورۃ نے واضح کر دیا کہ چیچک کی بیماری ان خشک سنگ ریزوں کی وجہ سے پیدا ہوئی جو پرندوں کے ذریعہ ابرہہ کے لشکر پر پھینکے گئے تھے گویا یہ پرندے مکھی اور مچھر کی طرح تھے جن میں بعض بیماریوں کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اس امر کا بھی احتمال ہے کہ یہ سنگ ریزے زہریلی خشک مٹی کے ہوں جو ہوا کے اڑنے سے یہ مٹی پرندوں کے پاؤں سے چمٹ گئی اور جب یہ مٹی لشکر کے افراد پر آبلے پڑ گئے اور اعضائے جسمانی سے گوشت جھڑنے لگا"۔[5]

الغرض اصول تفسیر کے مروجہ اصول وقوانین کو چھوڑ کر قرآن مجید کے بنیادی عقائد سے بہت دور نکل گئے۔ ملائکہ جن و شیاطین کے بارے میں قرآن مجید کی تفسیر میں انہوں نے سرسید احمد خان کا نظریہ اپنایا ہے اور فرشتوں اور جنوں کے وجود کی نفی کی۔ اس طرح محمد عبدہ نے فہم قرآن مجید کے سلسلے میں جس آزاد خیالی سے کام لیا اس کے زیر اثر انہوں نے جادو کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی جمہور اہل سنت کے خلاف اور معتزلہ کے نقطہ نظر سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ ان کی رائے میں سحر کی کوئی حقیقت نہیں۔ نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کے واقعہ کا ذکر کر کے محمد عبدہ اس ضمن میں وارد شدہ احادیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ شیخ محمد عبدہ اور ان کے ہم نوا صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں منقول احادیث کے مابین کوئی

فرق و امتیاز روا نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ بخاری کی مرویات کو بھی بڑی آسانی کے ساتھ ضعیف کہہ دیتے۔ اگر حدیث بجائے خود صحیح بھی ہو تو وہ اس کو خبر واحد قرار دے دیتے ہیں۔

اکثر مفسرین اسرائیلی روایات کے دلدادہ ہیں اور ان کی مدد سے مبہمات قرآن کا تعین کرتے ہیں جبکہ محمد عبدہ کا اس بارے میں نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جو امور قرآن میں مبہم وارد ہوئے ہیں ان کی جزئیات و تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہم ان کے تعین کے لیے مامور ہوتے تو خود قرآن ان کی توضیح کر دیتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور شارح قرآن ان کی تشریح فرما دیتے۔ ان کے نزدیک قرآن نے جو بات جتنی بیان کی ہے وہی ہمارے لیے کافی ہے اس سے زائد کی تشریح بیکار ہے۔[6]

محمد عبدہ 'عقائد میں خبر واحد کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک آحاد ظن ہیں اور اللہ تعالی نے ظن کی اتباع کرنے والوں کے مواخذے کی تنبیہ کی ہے۔ اس بناء پر ان کے نزدیک عقائد میں آحاد سے حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ نص کتاب اور عقلی دلیل سے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے۔

محمد عبدہ احادیث کو ثانوی حیثیت کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عقل کو اولین ترجیح حاصل ہے لہذا جو دینی تعلیمات عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتیں وہ ان کا صریحاً انکار کر دیتے ہیں خواہ اس پر خبر متواتر موجود ہوں۔ مثال کے طور پر قرب قیامت میں نزول عیسیٰؑ کا مسئلہ ہے ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور وہ روایات جن میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی خبر ہے ' آحاد ہیں جنھیں تسلیم کرنا درست نہیں ہے ۔ محمد عبدہ اپنے علمی و عملی جدوجہد میں تقلید وجمود کے بندھنوں سے آزاد تھے۔ انہوں نے مغرب کی جدید علمی تحریک، مادی ترقی اور سیاسی تفوق و برتری کے تناظر میں جو اصلاحی خدمات سرانجام دیں ان میں ان کی تفسیر قرآن بھی مسلمانوں میں تدبر و تفکر کی تحریک اور روایت پسندی کے بجائے عقلیت پسندی کی دعوت پر مشتمل ہے۔ انہوں نے مقدمہ تفسیر میں تدبر تفکر فی القرآن پر زور دیتے ہوئے عقل کو تفہیم قرآن میں مرکزی اصول کی حیثیت دی ہے جبکہ آثار صحابہ اور جلیل القدر مفسرین کے محفوظ و مستند ذخیرہ تفسیر کی طرف رجوع اور استفادہ ان کے ہاں اہمیت نہیں رکھتا۔ محمد عبدہ کا یہ موقف علماء امت کے مسلمہ اصول تفسیر کے برعکس ہے کیونکہ جس طرح قرآن کے الفاظ و آیات امت تک صدیوں سے منتقل ہوتے آرہے ہیں' اسی طرح قرآنی آیات کے معانی و مفاہیم بھی بالروایت منقول ہو رہے ہیں۔

محمد عبدہ، قرآن میں وقوع نسخ کے قائل نہیں ہیں۔ اسی لیے آیات کی تفسیر اس انداز میں کرتے ہیں جس میں ان کے نظریے کی تائید و توثیق حاصل ہو سکے۔ سلف و خلف علماء تفسیر کے نزدیک نسخ آیت اور تبدیلی آیت سے مراد قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کا عمل ہے۔ جبکہ محمد عبدہ کے مرادی معنی دلائل نبوت جمہور کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف ہیں۔[7]

قصص القرآن کے بارے میں محمد عبدہ کا موقف یہ ہے کہ قرآن میں جو بیان کیا گیا ہے ہم بس اس کو سمجھیں اور اس سے عبرت نصائح حاصل کریں' جزوی تفصیلات میں نہیں جانا چاہیے۔

محمد عبدہ کے نزدیک تفسیر قرآن کی اساس عقل ہے اسی لیے وہ عربی لغت کی بنیاد پر توضیح آیات میں آزاد تفسیری رجحان کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق مفردات کے لغوی معنی سے آیات کا مفہوم بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں متعدد مقامات پر احادیث رسول اللہ ﷺ صحابہ و تابعین کی تفسیر اور امہات کتب تفسیر سے راہنمائی لینا ضروری نہیں سمجھا۔ چونکہ محمد عبدہ کے نزدیک قرآن سے دینوی واخروی سعادت کا حصول مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے اس لئے ان کا طریقہ 'فن تفسیر کے علمی مسائل و نکات شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے ان کو بقدر ضرورت اختصار سے ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی حیات ملی واجتماعی سے متعلقہ عملی احکام دینیہ وتعلیمات کی جانب زیادہ توجہ کرتا ہے۔

محمد عبدہ کے نزدیک قرآن مجید کی تفسیر اور اس میں فہم و تدبر کا دروازہ تاقیامت نوع انسانی کے تمام افراد کے لیے کھلا ہے۔ اس کی یہ وجوہات ذکر کرتے ہیں:

1. جو نفوس اس کا فہم حاصل کر لیتے ہیں قرآن ان پر حکومت کرتا ہے اور جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں یہ ان کے قلوب پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ قرآن کے بہت سے معارف اور حکمتیں اب بھی انسانوں پر منکشف نہیں ہوئیں۔
2. قرآن مجید قیامت تک افراد بشر میں سے ہر فرد پر حجت ہے۔
3. قرآن مجید کسی مخصوص عہد یا مخصوص اشخاص سے متعلق نہیں ہے۔[8]

مومنوں میں عامی کے لیے کافی ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ ان آیات میں مذکور اوصاف کے حامل افراد اللہ کے نزدیک فوز و فلاح کے حقدار ہیں لہذا وہ ان اوصاف کی معرفت حاصل کرے۔ ان کے نزدیک تفسیر کی دو اقسام ہیں:

1. ایک وہ جو اللہ اور کتاب اللہ سے دور لے جائے اور وہ تفسیر ہے جس میں الفاظ و اعراب کا حل پیش کیا جائے۔ فنی و ادبی نکات، عبارتوں کی ساخت اور ان کے ایجاز و اطناب وغیرہ کو بیان کیا جائے اسے تفسیر میں شمار نہیں کیا جانا چاہیے۔ بلکہ یہ ادبی فنون جیسے صرف و نحو اور معانی وبیان وغیرہ کی ایک قسم اور کوشش ہے۔
2. دوسری وہ جسے ہم نے تفسیر کہا ہے، وہ فرض کفایہ ہے جس میں وہ تمام شرائط جمع ہوں جو تفسیر قرآن کی غرض و غایت کو پورا کرتی ہوں۔

مفسر مراد الٰہی اور عقائد واحکام کی تشریعی حکمتوں کو اس انداز میں پیش کرے کہ بیان روح میں جذب ہو جائے اور عمل کا شائق بن جائے۔ ان شروط وفنون کے پیچھے تفسیر کا یہی مقصد حقیقی ہے یعنی قرآن سے ہدایت حاصل کرنا۔ محمد عبدہ کہتے ہیں کہ قرآن

سے ہدایت حاصل کرنے کے اسی مقصد کے تحت میں انھوں نے تفسیر قرآن پیش کی ہے۔ انہوں نے بعض مقامات پر معتزلہ کی روش بھی اختیار کی ہے۔ وہ کسی ایک فقہی مسلک کے پابند نہیں ہیں۔

محمد عبدہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جدید تقاضوں کے مطابق ایک انقلابی صورت میں پیش کریں لیکن اس کی بنیاد قرآن و سنت ہی ہو۔ عربی ادب و زبان کی توسیع اور نشر و اشاعت کا انتظام کیا جائے۔ وہ امام ابن تیمیہ (م728ھ)، امام ابن قیم (م751ھ)، اور امام غزالی (م505ھ) کے افکار سے متاثر تھے۔ وہ نئے اجتہاد کے قائل اور تقلید کے سخت مخالف تھے۔ وہ قدیم فقہ کو رد کر کے نئی فقہ تشکیل دینے کے خواہش مند تھے۔ ان کے افکار کی بنیاد عقل اور سائنس پر تھی۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں کامل حریت فکر و نظر سے کام لیا ہے۔ مگر یہ بھی غلط نہیں ہے کہ وہ آزاد خیالی کے سمندر میں ڈوب گئے اور اس حد تک مبالغہ سے کام لیا کہ آپ کے افکار و نظریات میں اعتدال باقی نہ رہا اور آپ عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز کر گئے۔

محمد عبدہ کے افکار کا بعد کے تفسیری ادب پر اثر

عالم عرب میں تجدد کا علم بلند کرنے والوں میں ایک نمایاں نام محمد عبدہ کا ہے انھوں نے تجدد پسند مکتب فکر کو وسعت دی۔ جدید تصورات سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے قرآنی آیات میں تاویلی امکانات کو ترقی دی۔ ان کے نزدیک جنات سے جراثیم یا مائیکروب اور آدم سے ہر نسل کا الگ مورث اعلی مراد لینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ سورۃ العصر کی تفسیر میں صالحات کے تصور کو آفاقیت کا رنگ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صرف حاملان شریعت تک محدود نہیں بلکہ ان اقوام تک پھیلا ہوا ہے جن میں پیغمبر نہیں آئے اور یہی وہ چیز ہے جسے قرآن معروف سے تعبیر کرتا ہے' گویا صالح ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ ان کے نظریات بقول (Malcolm H. Kerr January 18, 1984) آئندہ آنے والے اعتذاری مکتبہ خیال کے افراد کے لیے بنیاد کا کام دیا۔ مصنف مذکور نے ایک جگہ حاشیے میں وضاحت دی ہے کہ ان کے عقائد و تصورات کو بعد ازاں ان کے شاگرد مکمل لادینیت اور سیکولرازم کی طرف لے گئے۔[9]

محمد عبدہ کے نامور شاگرد رشید رضا ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن روحانی کتاب ہے جس میں دینوی احکام بہت کم ہونے کی وجہ سے یہ اختیارات "اولی الامر" کے سپرد لکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بہبود عامہ کے پیش نظر فیصلے کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کے فیصلے سنت کے خلاف ہوتے گویا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ شرعی تفصیلات کی بجاآوری ضروری نہیں بلکہ بنیادی مصلحت فلاح عامہ کی رعایت ہے۔ ان کے نزدیک صرف عملی نوعیت کی وہ احادیث جس پر امت مسلمہ کا مسلسل عمل ہو' قابل

قبول ہیں۔ معجزات سے متعلق رشید رضا کی رائے تھی کہ اب معجزات کا زمانہ گزر گیا۔ یہ اس وقت کا قصہ ہیں جب انسانیت ابھی عہد طفولیت میں تھی۔ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی انسان ذہنی بلوغ کے زمانے میں داخل ہو گیا اور معجزات کا زمانہ جاتا رہا۔ ان کے معجزات وخوارق کو عقلی رنگ دینے کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ سورہ یوسف کی تفسیر میں خوشبوئے یوسف کے معجزانہ تصور کو قابل التفات نہ سمجھتے ہوئے موقف اختیار کرتے ہیں کہ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ یہ کوئی جنت کی خوشبو نہ تھی بلکہ قمیض کی یہ بو یوسف کے جسم کی بو تھی جیسی کہ بالعموم ہوتی ہے۔

محمد عبدہ کے ایک شاگرد قاسم امین نے آزادی نسواں کا علم بلند کرتے ہوئے حجاب کے خاتمے اور یورپی اخلاقیات کو اپنانے کی دعوت دی۔ وہ مغربی عورتوں کو اپنی خواتین کے لیے بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے ان کی تقلید کی تلقین کرتے ہیں ان کے ایک اور شاگرد علی عبدالرزاق دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کے تمام احکام عبادت تک محدود ہیں اور نوع انسانی کی مذہبی فلاح و بہبود سے ہے۔ جہاں تک شہری قوانین کا تعلق ہے انھیں انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیاہے۔ محمد عبدہ کی فکر سے متاثر افراد میں سے محمد رفیق صدقی اور شیخ طنطاوی جوہری نے قرآن کو موجودہ سائنس سے ہم آہنگ کرنے کے لیے آیات قرآنی کی نہایت عجیب وغریب تاویلات کی ہیں۔ قرآن کی جس طرز کی متجددانہ تعبیر کی بنیاد عالم عرب میں محمد عبدہ نے رکھی تھی 'برصغیر میں اس طرز کی متجددانہ تفسیر قرآن کے بانی سرسید احمد خان(1898م) ہیں۔ انہوں نے قرآنی بیانات کو جدید تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے متفق علیہ تفسیری اصولوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ ان کی تفسیر القرآن میں بقول سید عبداللہ (1986م) روایات سے بغاوت اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے ورک آف گاڈ (Work of God) اور ورڈ آف گاڈ (Word of God) میں مطابقت کا اصول پیش کیا اور قرآن میں کسی معجزہ یا خوارق کے تذکرے کو یکسر مسترد کر دیا۔ ان کے نزدیک قرآن اور دیگر کتب سماوی میں معجزات کا ذکر محض تمثیلی استعارتی یا افسانوی رنگ لیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ولیم میور(1905م) کی تقلید میں صاف لفظوں میں معجزات کا انکار کیاہے۔ ان کے نزدیک جن واقعات کو معروف معنوں میں معجزات کہتے ہیں وہ درحقیقت معجزات نہ تھے بلکہ قانون فطرت کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات تھے۔

سرسید احمد خان نبوت کو ایک فطری چیز قرار دیتے تھے لہذا وہ ملائکہ، شیطان اور جنات کے خارجی وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ احادیث، اجماع اور قیاس کو اصول دین میں شامل نہیں کرتے بقول مولانا حالی(1914م) کے وہ اپنے جدید علم کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق صرف قرآن کریم کو قرار دیتے ہیں باقی احادیث کے مجموعہ، علماء ومفسرین کے اقوال و آراء اور فقہاء و مجتہدین کے قیاسات واجتہادات کو اپنی بحث سے خارج کر دیا۔[10]

سر سید احمد خان کے چند اہم معاصر ہم خیالوں اور متبعین میں مولوی چراغ علی (1895م)، ممتاز علی (1935م) اور سید امیر علی (1928م) شامل ہیں۔ مولانا چراغ علی کے نزدیک قرآن کوئی مخصوص ضابطہ حیات یا سماجی وسیاسی قوانین مہیا نہیں کرتا اس کا تعلق محض فرد کے اخلاقی پہلو سے ہے۔ سر سید احمد خان کے ایک اور پیرو ممتاز علی ہیں جنھوں نے آزادی نسواں کو اپنا موضوع بحث بنایا وہ مرد اور عورت کی مکمل مساوات کے قائل ہیں بلکہ وہ عورت کو مرد پر فوقیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعدد ازدواج کو قرآن نے شرط عدل کے ذریعہ ناممکن العمل بناکر منسوخ کر دیا ہے اور بد اخلاقی کا تعلق عورت کی آزادی کی بجائے مرد کے مسخ شدہ جذبات سے ہے۔[11]

سر سید احمد خان کے ایک ہم خیال سید امیر علی ہیں ان کی مشہور تصنیف The Spirit of Islam نے نہ صرف مغرب میں مقبولیت حاصل کی بلکہ برصغیر کے مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔ انہوں نے اسلامی تعبیرات کو مغربی تصورات سے ہم آہنگی کی جابجا کوشش کی ہے۔ سر سید کے مکتبہ فکر سے متعلق دو نمایاں نام محمد علی لاہوری (1951م) اور غلام احمد پرویز (1985م) ہیں۔ محمد علی لاہوری نے مولانا ابوالحسن علی ندوی (1999م) کے بقول سر سید احمد خان کے لٹریچر اور ان کی تفسیر قرآن کے اسلوب کو پورے طور پر جذب کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر اس انداز میں لکھی ہے جو جدید تصورات و نظریات سے ہم آہنگ ہو۔ معجزات کا انکار کرتے ہوئے ان کی عقلی تاویلات کی ہیں۔[12]

سر سید احمد خان کے زاویہ فکر کو اختیار کر کے مخصوص تناظر میں اسے مزید وسعت دینے میں غلام احمد پرویز خاصے نمایاں ہیں۔ یہ تمام جدت پسندوں میں مغربی نقطہ نظر کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ ملائکہ ان کے نزدیک فطرت کی قوتیں ہیں۔ قصہ آدم میں ملائکہ کا آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جو ذکر ہے اس سے مراد درحقیقت فطرت کی قوتوں کا بنی نوع انسان کے لیے مسخر کرنا ہے۔ شیطان کوئی موجود فی الخارج ہستی یا شخصیت نہیں ہے بلکہ انسان کے اپنے ارادوں، فیصلوں اور جذبات سے عبارت ہے۔ جنات سے قرآن کی مراد جنگلی، صحرائی اور خانہ بدوش انسان ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات نہیں آدم سے کوئی خاص انسان یا بشر مراد نہیں، قصہ آدم خود نوع انسان کی سرگذشت ہے۔ معجزہ قانون فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کی رو سے کوئی واقعہ خلاف قانون فطرت رونما نہیں ہو سکتا' معجزات کا وجود غلط ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (1908م) کا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک کا تعلق خدا سے ہے اور دوسرے کا امن وامان قائم کرنے والی حکومت سے۔ امن وامان قائم کرنے والی حکومت چونکہ اس وقت حکومت برطانیہ ہے لہذا اس سے سرکشی اسلام سے سرکشی کے مترادف ہے۔ ان میں انگریز پرستی کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے مخالفین کو احمق ونادان بلکہ حرامی اور بدکار قرار دیتے ہیں۔[13]

مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ محمد عبدہ کے تفسیری منہج سے بعد میں آنے والے تفسیری ادب نے دین کے متعلق شکوک شبہات پیدا کرنے، تجدد و مغربیت اختیار کرنے اور عہد نو کے تقاضوں کی دہائی دے کر اسلام کو جدید مغربی نقطہ نظر سے ہم آہنگ کرنے پر مائل کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کوشش بے نتیجہ نہیں رہی۔ ان کی فکر نے عالم اسلام میں بہت سے لوگوں کے عقل و شعور اور روح وبدن میں نفوذ حاصل کر لیا ہے۔ مسلمانوں میں ایسے بہت سے افراد سامنے آنے لگے ہیں جنہوں نے لفظ و معنی اور حقیقت و شکل ہر اعتبار سے مغربی سانچے میں ڈھلنے کی دعوت دی۔ اسلامی احکامات وتعلیمات سے بیزاری پیدا ہونے لگی یا ان کی ایسی تعبیرات پیش کی جانے لگیں جو مغربی معیارات سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوں۔ یہ لوگ اسلامی عقائد واحکام میں سے ہر اس عقیدہ و حکم کو تاویل کی سان پر چڑھانے یا بدل ڈالنے میں مصروف ہو گئے جو اپنی اصلی شکل میں جدید مغربی یا مغرب سے متاثر ذہن کے لیے قابل قبول نہ ہو۔ یوں بقول کینٹول سمتھ Cantwell Smith (2000) یہ معذرت خواہانہ رویہ صرف اپنے بلکہ بہت سے دیگر مسلمانوں کے ایمان و یقین میں انتشار و تزلزل کا سبب بنا۔ ڈاکٹر رفیع الدین (1969م) نے تجدد پسندوں کی خواہش اجتہاد کی حقیقت واضح کرتے ہوئے صحیح کہا ہے کہ ان کی یہ خواہش بالعموم ان کی اسلام سے محبت کا نتیجہ ہونے کی بجائے الٹا اس سے بیزاری اور دیگر افکار و نظریات سے محبت کا ثمر ہے۔ اجتہاد کی اس خواہش کا مقصد اسلام کی بنیادی و حقیقی باتوں کی دریافت ووضاحت نہیں بلکہ اسے دیگر نظریات کے قریب تر لانا ہے تاکہ ان نظریات کے حامل اور دلدادگان کو مطمئن کیا جا سکے۔ یہ شریعت کے اندر سے فطری ارتقاء کے نتیجہ میں سامنے آنے والا اصلی اجتہاد نہیں بلکہ امکانی حد تک اسلام میں اپنے پسندیدہ دیگر افکار وخیالات کے دخول اور شریعت کی تکمیل کی سعی ہے۔[14]

خلاصہ کلام

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو محمد عبدہ مغربی فکر سے متاثر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے آزادی رائے کی بناء پر ذاتی افکار و نظریات کے تابع تفسیر پیش کی۔ ان کی تفسیر کے اصول و قواعد میں عقل اور عربی لغت کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ نیز وہ فہم قرآن کے لیے تکلم و تدبر میں شخصی آزادی کے بھی قائل ہیں۔ ان کے نزدیک دیگر ماخذ تفسیر کے مقابلے میں عقل کو فائق واولیٰ درجہ حاصل ہے۔ وہ عقل کو فرقان نور الہی، فہم حقائق کا مستند و معتمد ذریعہ اور خیر و شر میں تمیز کی قوت قرار دیتے ہیں۔ نیز ان کی نظر میں دین عقل و حواس سے حاصل شدہ نتائج کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ یوں ان کے نزدیک عقل کا مقام شرع کے تابع نہیں بلکہ شرع پر حاکم ہونا ہے۔ انہوں نے عقل کو فیصلہ کن قرار دینے کے اس اصول کی بناء پر آیات کی تکلفا تاویل کر کے سائنسی توجیہات پیش کی ہے اور اسلاف کی راہ سے منحرف ہوئے ہیں۔ مغربی افکار و نظریات کی فوقیت کے اس دور میں دین کی واضح اور

شفاف تعلیمات بیان کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن ان کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فریضہ کی ادائیگی کے بجائے پیچیدہ تاویلات سے قاری کو ذہنی انتشار اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] ۔ رشید رضا، **تفسیر المنار** (مصر: الهيئة المصرية، 1990)، 1:17۔

Rashīd Raḍa,*Tafsīr Al-Minār*(Miṣar:Al-haī'a Al-Miṣriya,1990), 1: 17.

[2] ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: رشید رضا، **تفسیر المنار**، 1:10-7۔

Rashīd Raḍa,*Tafsīr Al-Minār*, 1: 7-10.

[3] ۔ ابو سلمان عبد المجید، ازمته العقل المسلم (اردن: مکتبہ منار، 1992ء)، 12۔

Abbū Salmān 'abdul Majīd, *Azimatū al-aqal al muslim* (Urdan: Maktaba Minār , 1992),12.

[4] ۔ لکھوی، حافظ محمد بارک اللہ، **تفسیر محمدی ملقب موضع فرقان** (لاہور: مکتبہ اصحاب الحدیث، س۔ن)، 1:2۔

Lakhvī, Ḥāfiẓ Muḥammad Barakallah, *Tafsīr Muḥammadī Mulqab Maoza Furqān* (Lāhore: Maktaba Aṣḥāb al-Ḥadīth, S.N), 1:2.

[5] ۔ رشید رضا، **تفسیر المنار**، 10:58۔

Rashīd Raḍa,*Tafsīr Al-Minār*, 10:58.

[6] ۔ الذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، **التفسیر والمفسرون** (مصر، احیاء التراث العربی، 1976ء)، 2:560۔

Al-Dhahabī ،Dr Muḥammad Ḥusaīn, *Al-Tafsīr wa al-Mufassirūn*(Miṣir: Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī,1976), 2: 560.

[7] ۔ ابنُ الجوزی، جمال الدین، **زاد المسیر فی علم التفسیر** (بیروت: دار الکتب العربی، ۱۴۲۲ھ)، 81-80 ۔

Ibn al-Jawzī, Jamāl al-Dīn, *Zād al-Masīr fī Ilam al-Tafsīr* (Beīrūt: Dār al-Kutub al-Arabī, 1422 AH), 80-81.

[8] ۔ ابن کثیر، محمد بن اسماعیل ، **تفسیر القرآن العظیم** (الریاض: دار طیبہ، 2002ء)، 8:480۔

Ibn e Kathīr ،Muḥammad Bin Ismāʿīl,*Tafsīr Al-Qur'ān Al-ʿaẓīm*(Al-Riyāḍ, Dār Tayyaba ، 2002),8:480.

[9] ۔ رشید رضا، **تفسیر المنار**، 1:23۔

Rashīd Raḍa,*Tafsīr Al-Minār*, 1:23.

[10]. Kerr Malcolm H, *Islamic Reforms: The Political and Legal theories of Muhammad Abduh and Rashid*, Cambridge, University press, 1961, p.105

[11] ۔ حالی، مولانا الطاف حسین، **حیات جاوید** (لاہور، ھجرہ انٹر نیشنل، 1984)، 1:231۔

Ḥālī, Maulānā Alṭāf Hussaīn, Hayāt Javed (Lāhore, Hijra International, 1984), 1: 231.

[12] ۔ ممتاز علی، **حقوق نسواں** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1898)، 5-7۔

Mumtāz Ali, Ḥuqūq-e-Niswā (Lahore: Islāmic publīations, 1898), 5-7.

[13] ۔ ندوی، ابوالحسن علی، **قادیانیت: مطالعہ و جائزہ** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981)، 180۔

Nadvī, Abul Hasan Ali, *Qadīanīt: Muṭalaḥ wā Jāīzā* (Karāchi: Majlis-e-Islam, 1981), 180.

[14] ۔ قاضی جاوید، **سرسید سے اقبال تک** (لاہور: تخلیقات، 1998)، 93

Qāẓī Javed, *Sir Syed sy Iqbāl tk* (Lahore: Takhlikat, 1998), 93